فہمیدہ شیخ:

اردو تحقیق کی جائزہ نگاری

اس مختصر مضمون کا مقصد اردو تحقیق کا خود کوئی جائزہ لینا نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمارے فضلاء نے اردو تحقیق کے بارے میں، اِس دور میں تواتر کے ساتھ جو متعدد جائزے پیش کیے ہیں، اور اس طرح اردو میں ایک نئے فن، اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کو پروان چڑھایا ہے، اُسے زیر بحث لایا جائے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس کی صراحت کرنی چاہیے کہ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری سے ہماری کیا مراد ہے؟ اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ کسی خاص مدت کے دوران اردو تحقیق کا جو سرمایہ کتابوں اور مقالوں کی صورت میں سامنے آیا ہو، اس کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے، جس سے اس کام کی مقدار اور اس کے معیار کا اندازہ ہو سکے، اور یہ معلوم ہو سکے کہ اس خاص مدت میں اردو تحقیق میں کیا پیش رفت ہوئی ہے، کن کن اربابِ تحقیق نے بہتر نتائجِ تحقیق حاصل کیے ہیں۔ اور اردو تحقیق کے مختلف میدانوں میں کیا کیا انکشافات سامنے آئے ہیں۔

یہ کام اپنی جگہ خود نہایت اہم ہے اور اس کام کو وہی حضرات بہتر انجام دے سکتے ہیں جو اردو تحقیق کی پیش رفت، اس کے مسائل اور اس کے وسائل سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں، بلکہ بحیثیت محقق، خود اپنی خدمات کا ایک ریکارڈ رکھتے ہوں۔

ایسے حضرات ھی اردو کے تحقیقی سرمائے کی بہتر درجہ بندی کر سکتے ھیں، اور نوجوان محققین کے سامنے اپنے جائزوں کے ذریعے ایسا مواد پیش کر سکتے ھیں جو نہ صرف یہ کہ اس موضوع پر مفید اطلاعات فراھم کرنے والا ھو، بلکہ ایک حد تک ترغیب اور رھنمائی کا کام بھی انجام دے سکے۔

" تحقیق کی جائزہ نگاری " چاھے وہ تحقیق کے کسی بھی میدان سے تعلق رکھتی ھو، خود اپنی جگہ ایک فن ھے۔ یہ فن جدید العہد ھے۔ جیسے جیسے کسی زبان میں تحقیق کا دائرہ وسیع تر ھوتا جاتا ھے، اس بات کی ضرورت بڑھتی جاتی ھے کہ جائزہ نگار سامنے آئیں اور اس تحقیق کی قدر و قیمت کا جائزہ پیش کریں گویا یہ ایک پیمانہ ھے کسی زبان میں تحقیق کے فروغ اور پیش رفت کا۔

اگر کسی زبان میں بہت سے جائزہ نگار سامنے آ رھے ھوں تو یہ ایک نہایت اچھی علامت ھے۔ خوشی کی بات ھے کہ آج کی اردو تحقیق میں یہ اچھی علامت نظر آتی ھے کہ کئی باصلاحیت محققین اس اھم کام کی طرف پوری توجہ دے رھے ھیں۔ یہاں تک کہ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کے موضوع پر ایک کتاب بھی سامنے آگئی ھے۔ اس تمام صورت حال کو سامنے رکھ کر ھم کہہ سکتے ھیں کہ اردو تحقیق ترقی کے منازل نسبتاً زیادہ تیزی سے طے کر رھی ھے۔

یوں تو یہ ایک جدید العہد فن ھے، جس کا باقاعدہ آغاز قیام پاکستان کے بعد ھوتا ھے۔ لیکن اس باقاعدہ آغاز سے پہلے بھی جبکہ اردو تحقیق کا سرمایہ اس قدر پھیلا ھوا نہیں تھا، ھمارے بعض اعلیٰ پائے کے محققوں کی توجہ ضمناً اس طرف مبذول ھوئی ھے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا نام اور سب سے پہلا کام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم کا ہے، جنھوں نے اپنے ایک خطبے میں جو "آل انڈیا اورینٹل کانفرنس" کے گیارھویں اجلاس منعقدہ حیدرآباد دکن، دسمبر ۱۹۴۱ء میں پیش کیا۔ اس وقت تک سامنے آنے والی اردو تحقیق کا جائزہ لینے کی یہ اعلیٰ کوشش تھی، جیسا کہ ان جیسے بے مثل محقق سے توقع کی جا سکتی تھی۔ مگر وہ ان کے خطبے کا ایک ضمنی حصہ ہے، نہ کہ جداگانہ جائزہ۔ اس طرح ہمارے خیال میں، گوکہ قیام پاکستان سے قبل ہی اردو تحقیق کی جائزہ نگاری کا نقش اول سامنے آچکا تھا، لیکن اس فن کا باقاعدہ آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا جبکہ جداگانہ اور مستقل نوعیت کے جائزے پیش کیے گئے۔

قیام پاکستان کے بعد اردو تحقیق کی رفتار بڑھ گئی اور اس سرمائے میں دیکھتے ہی دیکھتے گراں قدر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حکومتوں کی سرپرستی سے اردو تحقیق کی خدمت کرنے والے ادارے ایک بڑی تعداد میں وجود میں آگئے۔ پھر جامعات میں بھی اردو تحقیق کی سرگرمیاں زیادہ بڑھ گئیں، علاوہ ازیں جامعات سے باہر کے بلند پایہ اربابِ تحقیق کی سرگرمیاں بھی ایک قابل تعریف حد تک سامنے آئیں۔ نتیجہ یہ کہ اردو کے تحقیقی سرمائے میں خاصا اضافہ ہوا۔ جس کی وجہ سے یہ حقیقی ضرورت بھی سامنے آئی کہ اس سرمائے کے معیار و مقدار کا جائزہ لیا جائے، بلکہ مسلسل لیا جاتا رہے، تاکہ آگے چل کر تحقیق کرنے والوں کو بہتر معلومات حاصل ہوسکیں اور رہنمائی مل سکے۔

خوش قسمتی سے ہمارے محققین نے اس ضرورت کو بر وقت محسوس کرلیا۔ چنانچہ ہمیں ڈاکٹر وحید قریشی کی کتاب "کلاسیکی

ادب کا تحقیقی مطالعہ" میں شامل آن کے مقدمے میں اردو تحقیق کے جائزے کا ایک ابتدائی خاکہ ملتا ہے، جس میں انھوں نے بالخصوص دبستانِ لاہور کی تحقیقی سرگرمیوں پر عمدہ نکات پیش کیے ہیں۔ اگرچہ یہ اردو تحقیق کا کوئی مستقل جائزہ نہیں، یہ صرف ایک ضمنی جائزہ ہے، لیکن فکر انگیز ہے۔

غور کیا جائے تو "اردو تحقیق کی جائزہ نگاری" کی دو قسمیں ہوسکتی ہیں، ایک عمومی یا جامع جائزہ نگاری جو اردو تحقیق کے سب میدانوں کا احاطہ کرتی ہے، یا یہ کہ بیش از بیش میدانوں کا احاطہ کرتی ہے۔ دوسری قسم خصوصی یا جزوی جائزہ نگاری ہے جس میں کسی خاص تحقیقی میدان میں کی جانے والی تحقیق کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے، مثلاً اقبالیات کا تحقیقی جائزہ یا غالبیات کا تحقیقی جائزہ۔ اسی طرح خصوصی جائزے کے اور میدان بھی ہو سکتے ہیں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ان دونوں قسموں کے تحقیقی جائزوں کے اچھے نمونے شایع ہوکر ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اردو تحقیق کے عمومی یا جامع تحقیقی جائزہ نگار کی حیثیت سے جو نام اور کام ہمارے سامنے آیا وہ ڈاکٹر معین الدین عقیل کا ہے۔ انھوں نے اپنے جائزے کو یہاں تک وسعت دی کہ وہ ایک مختصر مقالے کی حد سے نکل کر ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ میری مراد ان کی کتاب "پاکستان میں اردو تحقیق" سے ہے، جس میں قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۸۵ء تک کی اردو تحقیق کا ایک جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس سے عمدہ طور پر صحیح صورت حال سامنے آجاتی ہے اور بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ کن میدانوں میں کیا کیا انکشافات

کیے گئے ہیں اور کیا کیا نتائج تحقیق پیش کیے گئے ہیں۔ اس کی جامعیت ایسی ہے کہ پڑھنے والے کو بہت حیران کرتی ہے، کیونکہ مشکل ہی سے کوئی ایسا نکتہ ہوگا جس کی طرف جائزہ نگار کی نظر نہ گئی ہو یا قابل ذکر تحقیق ان تک نہ پہنچی ہو۔ یہ جائزہ ہمارے نوجوان محققین کے لیے اپنے اندر ایک ترغیب بھی رکھتا ہے اور رہنمائی بھی۔ یہ ایک نہایت مفید سلسلہ ہے جس کے لیے نہ صرف جائزہ نگار بلکہ انجمن ترقی اردو پاکستان بھی تحسین کی مستحق ہے جس نے اول اس کو اپنے سہ ماہی رسالے "اردو" میں شایع کیا اور پھر اسے کتابی شکل دے دی۔

اب ہم خصوصی جائزے کی طرف آتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اہم ترین جائزہ نگاوں کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ غالبیات کے تحقیقی سرمائے کا جائزہ اوز جامعات کی اردو تحقیق کا جائزہ، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے دو خاص میدان رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے ان دونوں پسندیدہ اور نہایت مفید جائزوں کے تسلسل کو آئندہ بھی برقرار رکھیں گے اور جیسے جیسے غالبیات پر نئی نئی تحقیقات اور جامعات کی اردو تحقیق سے متعلق نئی نئی معلومات سامنے آتی جائیں گی، ڈاکٹر صاحب ان کی روشنی میں اپنے کام کو مکمل سے مکمل تر کرتے رہیں گے۔

خصوصی جائزہ نگاروں میں ایک اور بہت اہم نام ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ہے۔ انھوں نے اقبالیات پر کی جانے والی تحقیق کے جائزے کو اپنا خاص موضوع بنایا ہے۔ ان کا مقالۂ تحقیق، اسی موضوع پر ہے۔ اس کام کو انھوں نے دلچسپی اور محنت کے ساتھ جاری رکھا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸٦ء میں

کی جانے والی اقبالیات کی تحقیق کے دو جائزے وہ کتابی صورت میں پیش کر چکے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ آئندہ بھی اپنے اس جائزے کے تسلسل کو برقرار رکھیں گے۔

ایک اور جزوی جائزہ یا خصوصی جائزہ جناب گوہر نوشاہی کا ہے، جنھوں نے "مجلس ترقیٔ ادب" سے وابستگی کے دوران ایک مقالہ "مجلس ترقیٔ ادب کی دہ سالہ ادبی خدمات" کے عنوان سے صحیفہ بابت اکتوبر ۱۹۶۸ء میں شایع کرایا۔ یہ ایک ادارے کے تحقیقی کام کا جائزہ ہے۔ اس وقت تک مجلس ۲۰۰ (دو سو) کے قریب کتابیں شایع کرچکی تھی۔ انھوں نے اپنے اس جائزے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) اردو کلاسیکی ادب جو از سرِنو مرتب اور مدون ہوا۔

(۲) نئی تحقیقی تصانیف و مقالات۔

یہ جائزہ خاصا اچھا ہے، خامی اگر ہے تو یہ کہ ایک ایسے محقق کے قلم سے ہے جو خود اس ادارے سے وابستہ تھے۔ ہماری ناچیز رائے میں اردو تحقیق کے جائزہ نگاروں کو بیش از بیش معروضی جائزہ پیش کرنے میں اسی وقت بھرپور کامیابی ہوسکتی ہے جبکہ وہ زیرِ تبصرہ ادارے سے شخصی طور پر وابستہ نہ ہوں بلکہ آزادانہ طور پر جائزہ لینے والے ہوں۔

بہرکیف اس نئے میدان میں ہمارے جائزہ نگاروں کی پیش رفت فی الجملہ مفید اور قابلِ تحسین ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ جیسے جیسے اردو تحقیق کے سرمائے میں سال بہ سال اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اس کے جائزے کی ضرورت بھی اسی قدر نمایاں ہوکر سامنے آتی جائے گی، اور دوسرے جائزہ نگار بھی اپنی بہترین تحقیقی

صلاحیتوں کے ساتھ اردو تحقیق کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے جائزے پیش کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے — اور یہ ایک اچھی علامت ہوگی، جس سے اردو تحقیق کی پیش رفت کا بہتر اندازہ لگایا جاتا رہے گا۔